Vol. 6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

علم فقہ کی تشکیل جدید میں مولانا مناظر احسن گیلانی کا کردار

The Role Of Maulana Mazab Ahsan Geelani In The Formation Of Modern Jurisprudence

Dr Aman Ullah Rathore
Principal/ Associate Professor Islamiat
Govt Graduate college Daska(sialkot)
Ph.D from University of Punjab lahore in 2012
arqamlahore@yahoo.com

Abstract

Fiqh is an important source of Islamic law and Sharia, which has guided Muslims for centuries. However, the complex problems of the modern age and the changing world situation have created a need to rethink and revise the traditional interpretations and applications of jurisprudence. This process is called "modernization of jurisprudence". Changes in modern science and technology, economy, and society have created problems that are not clearly addressed in traditional jurisprudence. The purpose of modern jurisprudence is to provide Shariah guidance for these new issues, which require new application of ijtihad and jurisprudential principles. failed to do. One of the goals of modern jurisprudence is to break the jurisprudential status quo and make it more flexible and applicable. An increasing number of Muslims live as minorities around the world. The purpose of modernizing jurisprudence is to provide guidance to these minorities that is appropriate to their specific social and cultural circumstances. Modernizing jurisprudence is a necessary and complex process with far-reaching implications. Success in this can help provide Muslims with Shariah guidance for living their lives in the 21st century. However, this process must be approached carefully and strategically to overcome the challenges.

علم فقہ ،اسلامی قانون اور شریعت کا ایک اہم ذریعہ ہے، جو صدیوں سے مسلمانوں کی رہنمائی کر رہا ہے۔تاہم، جدید دور کے پیچیدہ مسائل اور بدلتی ہوئی دنیاوی صورتحال نے فقہ کی روایتی تفسیروں اور اطلاقات کو نئے انداز میں سوچنے اور ان پر نظرثانی کرنے کی ضرورت پیدا کر دی ہے۔اس عمل کو "فقہ کی تشکیل جدید" کہا جاتا ہے۔جدید سائنس اور ٹیکنالوجی، معیشت، اور معاشرے میں رونما ہونے والی تبدیلیوں نے ایسے مسائل پیدا کیے ہیں جن کا روایتی فقہی ذخیرہ میں واضح طور پر ذکر نہیں ملتا۔فقہ کی تشکیل جدید کا مقصد ان نئے مسائل کے

Vol. 6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

لیے شرعی رہنمائی فراہم کرنا ہے، جس کے لیے اجتہاد اور فقہی اصولوں کے نئے اطلاق کی ضرورت ہوتی ہے۔ روایتی فقہی طریقہ کار جمود کا شکار ہو گیا ہے اور وہ جدید دنیا کی ضروریات کو پورا کرنے میں ناکام رہا ہے۔ فقہ کی تشکیل جدید کا ایک مقصد فقہی جمود کو توڑنا اور اسے زیادہ لچکدار اور قابل اطلاق بنانا ہے۔ ایک بڑھتی ہوئی تعداد میں مسلمان دنیا بھر میں اقلیتوں کے طور پر رہتے ہیں۔ فقہ کی تشکیل جدید کا مقصد ان اقلیتوں کے لیے ایسی رہنمائی فراہم کرنا ہے جو ان کے مخصوص سماجی اور ثقافتی حالات کے مطابق ہو۔ فقہ کی تشکیل جدید ایک ضروری اور پیچیدہ عمل ہے جس کے دور رس اثرات ہیں۔ اس میں کامیابی مسلمانوں کو 21 ویں صدی میں اپنی زندگیاں گزارنے کے لیے شرعی رہنمائی فراہم کرنے میں مدد دے سکتی ہے۔ تاہم، اس عمل کو احتیاط اور حکمت عملی کے ساتھ آگے بڑھانا ضروری ہے تاکہ چیلنجز سے نمٹا جا سکے۔

فقہ کا مفہوم

فقہ کے معنی "شق اور فتح" ہیں۔ جیسا کہ علامہ جار اللہ مخشری (م:۱۱۱۹/۵۵۱۳ء) نے کہا ہے۔

و الفقه حقيقة الشق و الفتح "[1] فقہ کی حقیقت تحقیق و تفتیش کرنا اور کھولنا ہے۔

امام غزالی نے فقہ کے معنی فہم اور تدبر اور دین میں بصیرت بیان کیے ہیں[2] علامہ راغب الاصفہانی فرماتے ہیں کہ مشاہدات کے ذریعے مغیبات کا علم حاصل کرنا فقہ ہے اور اس اعتبار سے فقہ کا لفظ علم کی بہ نسبت خاص ہے۔ بالفاظ دیگر فقہ احکام شریعت کے جانے کا نام ہے"[3]

علم فقہ یا فقہ سے مراد مجموعہ واحکام اور اصول فقہ سے مراد احکام کے استنباط و استفادہ کے قواعد ہیں۔[4]

علم فقہ کے بنیادی ماخذ چار ہیں

1. قرآن مجید
2. سنت
3. اجماع
4. قیاس

ان کی ترتیب ترجیح بھی یہی ہے بعض کے نزدیک ان چار اولۃ الشریعہ کے علاوہ چھ اور بھی ہیں۔

1. استحسان
2. مصالح مرسلہ

---

[1] زمخشری، جار اللہ، علامہ الفائق في غريب الحديث، بیروت، ۱۹۷۹، جلد ۱۳ ص ۱۳۲

[2] احیاء العلوم، ج 1، ص 24

[3] الراغب الاصفہانی، امام، المفردات القرآن، مترجم محمد عبدہ، زاہد بشیر پرنٹرز، لاہور، ج ۲، ص ۸۰۷

[4] عبد الوہاب خلاق، علم اصول الفقه، بارنیم، قاہرہ ۱۹۷۰ء ص ۱۲-۱۱

Vol. 6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

3. الاستحصاب
4. عرف
5. مزہب صحابہ
6. شرع سابقہ

لیکن ان چھ کو اصولی ادولہ میں شمار نہیں کرتے ان کے نزدیک قطعی ادولہ چار ہی ہیں۔[5] ابن نجیم علم فقہ کی تعریف میں لکھتے ہیں۔

العلم بالاحكام الشرعية المكتسبة من ادلتها التفصيلة "[6]

یہ شریعت کے عملی احکام کا وہ علم ہے جو تفصیلی دلائل سے حاصل کیا گیا ہو"

تدوین فقہ کا آغاز شاید امام ابو یوسف نے کیا تھا، جیسا کہ ابن الندیم کی کتاب الفہرست میں لکھا ہے۔ لیکن امام ابو یوسف کی کتاب ضائع ہو گئی بہر کیف امام شافعی (م: ۱۸۱۹/۲۰۴) کا رسالہ ہم تک پہنچا۔ بدین وجہ انہیں کو اصولین کا امام کہا جا سکتا ہے یہ رسالہ حضرت امام کے شاگرد الربیع المرادی نے روایت کیا ہے۔[7] برصغیر پاک و ہند میں محمد غزنوی (م: ۱۰۳۰/۴۲۱ء) نے علم فقہ پر پہلی کتاب لکھی۔ اس کی کتاب التفرید فی الفروع کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں انہوں نے فقہ شافعی کے مطابق احکام و مسائل کو بیان کیا۔[8]

اس کے علاوہ برصغیر میں جس چیز کی طرف زیادہ توجہ دی گئی وہ فتاویٰ کی تدوین ہے۔ جن میں فتاویٰ عالمگیری کو نمایاں مقام حاصل ہوا[9] اس کے علاوہ مستقل کتابیں بھی فقہ کے موضوع پر ملتی ہیں جن میں آٹھویں صدی ہجری کے فقیہ شیخ عمر بن اسحاق غزنوی (م ۷۷۳) جو شیخ سراج الدین ہندی کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی کتابیں زبدة الاحكام في اختلاف "ائمة الاعلام"، عدة الناسك فى المناسك الشامل فى الفقه

شیخ محدث دہلوی (۱۵۵۱ - ۱۶۴۲ء) نے فتح المنان في تابيد مذهب النعمان لکھی۔

شاہ ولی اللہ نے الانصاف فی بیان سبب الاختلاف اور عقد الجيد في احكام الاجتهاد و التقليد لکھیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م: ۱۹۰۸/۵/۱۳۲۵ء) کی کتاب مالا بد منه فقہی احکام و مسائل پر مقبول عام کتاب رہی ہے۔[10]

---

[5] اردو دائرہ معارف اسلامی، جلد اطبع اول ۱۹۸۰ دانش گاہ پنجاب، لاہور، جلد ا جس ۱۴

[6] ابن نجیم، البحر الرائق شرح کنز الد قائق، مطبعہ عربیہ لاہور، جلد ا، ص ۳

[7] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ا، ص 15

[8] محمد یوسف فاروقی، برصغیر میں حنفی فقہ کا ارتقاء شائع شدہ، امام ابو حنیفہ حیات فکر اور خدمات، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، ۲۰۲۰ ص ۱۹۸

[9] محمد یوسف فاروقی، برصغیر میں خفی فقہ اارتقاء، مشائع شدہ امام ابو حنیفہ حیات فکر اور خدمات بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد ۲۰۰۲، ص ۱۹۹

[10] عبد الحی الحسنی للنوی، الثقافة الاسلامیہ فی الھند، دمشق ۱۹۸۳ء ص ۱۰۷-۱۰۵ ارحمان علی، تذکرہ علماء ھند پاکستان، بشار یکل سوسائی،

Vol. 6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

مولانا عبدالحہ فرنگی محل (م: ۱۳۰۴/۱۸۸۶ء) اپنے دور کے بڑے فقیہ تھے۔انہوں نے اپنے دور کے بعض مسائل پر فقہی علمی انداز میں بحث کی ہے۔ مثلاً ان کی کتاب الفلك المستحون فيما يتعلق با نتفاع المرتهن بالمرهون، امام الكلام فيما يتعلق بالقراءة خلف الامام وغیرہ۔اصول فقہ پر فخر الاسلام علی بن محمد بزودی (م: ۱۰۸۹/۴۸۳ء) کی اصول فقہ پر معروف کتاب كنز اصول الى معرفة الاصول ہے۔ عبداللہ العلی (م: ۱۳۱۰/۷۱۰ء) کی کتاب المنار کی متعد شروح اور حواشی لکھے گئے۔سب سے اہم اور معرکتہ الآراء کتاب محب اللہ بہاری (م: ۱۷۰۷/۱۱۱۹ء) کی مسلم الثبوت ہے کہ کتاب اس لحاظ سے منفرد ہے اور اس میں استدلال بالنقل اور استدلال بالعقل کو بہت جامع انداز میں پیش کیا گیا۔ میاں محمد چمکنی (م: ۱۳۳۰ ۱۹۱۲/ء) کی برھان الوصول فی بیان الاصول ہے[11]

اس کتاب میں اصول بزووی ، اصول السرخسي، التنقيح، التوضيح المحصول، المنهاج وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

خدمات کا تعارف

مولانا مناظر حسن گیلانی نے اساسی علوم اسلامیہ پر بڑا کلیدی کام کیا ہے۔فقہ کے بارے میں ان کی ایک ہی باضابطہ کتاب ملتی ہے۔ اس کے علاوہ چند مختصر مقالات صدق میں شائع ہوئے تھے۔مولانا گیلانی "کی فقہی خدمات کا تعارف مندرجہ ذیل ہے۔

مقدمہ تدوین فقہ

مولانا مناظر احسن گیلانی نے جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن سے وابستگی کے زمانے میں "تدوین قرآن اور تدوین حدیث پر وقیع محاضرات وکتب کے ساتھ "تدوین فقہ "پر کام شروع کیا تھا۔اس سلسلے کے چند مضامین حیدر آباد دکن کے "مجلہ مقالات علمیہ "اور ندوۃ المصنفین۔ دہلی کے مجلہ " برہان جنوری و ستمبر ۱۹۴۵ء) میں شائع ہوئے تھے۔ جنہیں اہل علم نے پسند کیا تھا۔ان مضامین کے ایک مداح مولانا کے قیام حیدر آباد کے رفیق سید ابوالخیر مودودی تھے۔اوران کی رائے تھی کہ ان مضامین کو کتابی شکل میں شائع ہونا چاہئے۔ان کی فرمائش پر مولانا گیلانی نے اپنے مضامین پر نظر ثانی کی،اور مسودہ سید ابوالخیر ہی کو بھیج دیا کہ وہ وطن عزیز پاکستان میں اس کی اشاعت کا اہتمام کریں۔ سید ابوالخیر نے یہ مسودہ جناب رشید احمد جالندھری کے حوالے کیا اور جناب جالندھری نے نظر ثانی کے ساتھ ساتھ مقدمہ لکھا اور مکتبہ رشیدیہ۔لاہور کے زیر اہتمام یہ مسودہ ۱۹۷۴ء کے بعد کسی وقت شائع ہوا۔

دیگر چند مقالات درج ذیل ہیں۔

سچی باتیں،امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے شگفتہ تعلقات	صدق لکھنو	ج11،ص79	فروری1946

امام احمد حنبل کے منصفانہ دور عباسی خلیفہ کے ساتھ۔

کراچی،۱۹۶۱،ص ۱۴۲

[11] عبدالحہ لکھنوی الثقافۃالاسلامیہ مص ۱۱۲ ۱۳۰ تذکرہ علمائے ھند،ص ۲۸۹

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

غیر مسلم حکومتوں میں مسلمانوں کی ملازمت کا مسئلہ	صدق لکھنو	ج13، ص35	جنوری1948
مسئلہ ہجرت کا علمی جائزہ۔ ۱۴ اقساط	صدق لکھنو	ج15، ص42	8مارچ،1949
ریڈیو اور رویت ہلال	صدق لکھنو	ج3، ص2	23نومبر1951
خطبہ جمعہ کی زبان	برہان، ماہنامہ دہلی	ج3، ص18	
قانونی شہادت	صدق جدید، لکھنو	ج3، ص6	8فروری،1952
افادات گیلانی (تدوین فقہ)	صدق جدید، لکھنو	ج7، ص28	23جون1956

مولانا گیلانی کی فقہی خدمات کا تحقیقی جائزہ

مولانا سید مناظر احسن گیلانی ان لوگوں میں سے جنہیں اللہ تعالی بڑی فیاضی سے علم اور عشق کی دولت سے نوازا تھا۔ان کا مطالعہ وسیع ہے اور علم دین کے مختلف پہلوؤں پر ان کی گہری نظر ہے۔

فقہ کے موضوع پر جیسا کہ ذکر ہوا ان کی ایک ہی تصنیف کتابی صورت میں شائع ہو کر منظر عام پر آ سکی جبکہ امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی بھی دراصل فقہ کے موضوع کے ذیل میں رکھی جا سکتی ہے اور یقینا اس سے استفادہ بھی کیا جائے گا۔ لیکن اس کا مقام سوانح نگاری میں یقینا ہو چکا ہے۔اس لیے اس فہرست میں اس کو شامل نہیں کیا گیا۔اس کے علاوہ مولانا گیلانی" کے چند مقالات فقہی موضوع پر صدق میں ملتے ہیں۔مولانا گیلانی کی فقہی خدمات کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ درج ذیل نکات کی روشنی میں کیا جائے گا۔

1. پس منظر
2. تعارف و اہمیت خدمات
3. فقہ فطرت انسانی کا تقاضہ ہے۔
4. فقہی اختلاف سلاسل باعث رحمت
5. خبر احاد کے بارے میں مولانا گیلانی کے افکار
6. تصوف اور فقہ کا تعلق

مقدمہ تدوین فقہ

مولانا مناظر احسن گیلانی کی یہ تصنیف دراصل برہان دہلی میں شائع ہونے والے ان مضامین پر مشتمل ہے جو کہ جنوری۔ستمبر ۱۹۴۵ء میں مذکورہ بالا ماہنامہ میں شائع ہوتے رہے۔ یہ کتاب مقدمہ تدوین فقہ کے عنوان سے مزین ہے۔اس لحاظ سے تدوین فقہ کی ضرورت اہمیت پر زیادہ بحث کی گئی ہے۔یہ کتاب ڈاکٹر رشید احمد جالندھری نے سب سے پہلے ۱۹۷۶ء میں اس کو پاکستان سے شائع کروانے

Vol. 6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

کا اہتمام کیا تھا۔ یہ عام سائز کے ۲۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔اس کے نمایاں مباحث مندرجہ ذیل ہیں۔ تعقل و فقہ نکتہ سراہ نفقہ انسان کی فطری خصوصیت مذہب کا موضوع۔ خدا فراموشی کی سزا خود فراموشی، دین اسلام کی ایک خاص خصوصیت۔ عہد نبوت میں فقہ کی حالت۔ الامر والوں کا مطلب زبیہ کا واقعہ۔ فقہ اسلامی کے پہلے معلم (صلی اللہ علیہ وسلم) بخاری کی کتاب العلم کا خلاصہ عہد نبوت میں استفتاء یا سوال کے متعلق تجدید پیغمبر کی عام تبلیغ کی ایک خصوصیت، روایت بالمعنی کی اجازت کی وجہ خیر حادپر اعتماد کرنے کے وجوہ۔

ان موضوعات پر بحث کے لیے مولانا گیلانی نے درج ذیل کتب سے استفادہ کیا ہے۔

• فتوحات مکینة ابن عربی	الاشباہ	بحر الرائق
• تفسیرات احمدیہ	ذيل الجواهر المضية	النبي الخاتم
• جامع ترندی	صحیح بخاری	عبقات
• تاریخ التمدن الاسلامی	اعلام الموقعين	الموافقات
• فوائد الفواد	بداية المجتهد	ازالة الخلفاء
• سنن نسائی	ابن ماجہ	فتح الباری
• کنز العمال	احکام القرآن	الرسالة
• جمع الفوائد	تذكرة الحفاظ	فتح السليم
• سنن داری	تاریخ یورپ	المیزان الکبری
• جواہر مصيرة	فتاوی ابن تیمیہ	النافع الكبير
• عقد الجيد	میزان	مسلم شریف

میرے پیش نظر جو نسخہ ہے وہ مکتبہ رشیدیہ لاہور نے ۱۹۷۶ء میں شائع کیا تھا۔

ضرورت تصنیف

برصغیر پاک وہند میں برطانوی راج نے اپنے مفاد کے لیے جو سیاسی، قانونی اور تعلیمی نظام رائج کیا۔اس نے یہاں کے عام باشندوں خاص طور پر مسلمانوں کو اخلاقی اور روحانی اقدار سے بہت پیچھے دھکیل دیا۔ جس کا ایک مظاہرہ یہ تھا کہ اسلامی قانون کو پرسنل امور تک محدود کر دیا گیا۔[12]

مسلمانوں میں اس کا ردعمل فطری تھا۔اہل نظر و دل دانشمندوں نے مزاحمت کا فیصلہ کیا۔اسلام کی فطرت میں یہ بات شامل ہے کہ اس کو جتناد بایا جاتا ہے۔اس قدر ہی یہ ابھرتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ برصغیر کے ان معروضی حالات میں اہل بصیرت علماء ودانشوروں نے فقہ اسلامی کی طرف متوجہ ہونے اور مسلمانوں کو اس پر متوجہ کرنے کی سعی و کوشش کرنے کا ارادہ کیا ہے۔اس سلسلہ میں شاعر مشرق

[12] عطاء اللہ، شیخ اقبال نامہ، شیخ محمد اشرف،لاہور، ج اول ص ۱۴۲/۱۴۳

Vol. 6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

علامہ محمد اقبال اور سید سلمان ندوی کے روابط تاریخ کا حصہ ہیں۔ علامہ محمد اقبال مارچ ۱۹۲۶ء کو سید سلیمان ندوی کو لکھتے ہیں کہ "اس وقت سخت ضرورت اس بات کی ہے کہ فقہ کی ایک مفصل تاریخ لکھی جائے"۔

اس بحث پر مصر میں ایک چھوٹی سی کتاب شائع ہوئی ہے جو میری نظر سے گزری ہے مگر افسوس کہ بہت مختصر ہے اور جن مسائل پر بحث کی ضرورت ہے مصنف نے ان کو نظر انداز کر دیا ہے۔ اگر مولانا شبلی زندہ ہوتے تو میں ان سے ایسی کتاب لکھنے کی درخواست کرتا، موجودہ صورت میں سوائے آپ کے اس کام کو کون کرے گا۔ میں نے رسالہ اجتہاد پر لکھا تھا مگر چونکہ میرا دل بعض امور کے متعلق خود مطمئن نہیں اس واسطے اس کو ابھی تک شائع نہیں کیا۔[13]

درج بالا اقتباس یہ پتہ چلتا ہے، کہ اہل فکر و نظر اس زمانہ میں مضطرب تھے کہ فقہ اسلامی کی تشکیل جدید ہونی چاہیے۔ تاکہ مسلمانوں کے مسائل اسلامی فقہ کی روشنی میں حل ہو سکیں نیز اجتہاد کے ذریعے اسلام کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے میں مدد مل سکے۔ علامہ اقبال چاہتے تھے کہ

> دور جدید کے تمام عمرانی علوم (Social Science) کے مطالعہ کی روشنی میں اسلام کے اجتماعی (عمرانی) اصول و احکام یا بالفاظ دیگر اسلام کے اجتماعی نظم کی توضیح و تشریح کی جائے۔ حضرت علامہ اقبال تو ۱۹۳۸ء میں وفات پا گئے لیکن ان کی فکر برصغیر کے علما کے ذہن کو بیدار کر گئی تھی۔ چنانچہ بہت سارے علمانے فقہ اسلامی پر اپنے اپنے ظرف کے مطابق کام کیا۔ انہیں میں مولانا سید مناظر احسن گیلانی بھی ہیں جنھوں نے فقہ اسلامی کی ضرورت، اہمیت اور بنیادی انسانی تقاضہ ہونے کی بنا پر مقدمہ تدوین فقہ جیسی کتاب رقم کی۔ دراصل یہ ایک مقدمہ ہے"۔

اس کی بنیاد پر وہ فقہ اسلامی کے اصول اور تدوین کا کام کرنا چاہتے تھے۔ لیکن مہلت عمل اتنی تھی وہ یہ کام سرانجام نہ دے سکے لیکن اس کتاب کی صورت میں نہایت ہی بنیادی اور اصولی کام کر گئے۔ اگرچہ برصغیر میں فقہ پر کام کا آغاز تو بہت پہلے ہو چکا تھا۔ محمود غزنوی (م: ۵۴۲۱ / ۱۰۳۰ء) ایک مجاہد حکمران ہی نہیں بلکہ ایک اچھا عالم بھی تھا۔ علم فقہ پر اس کی نظر گہری تھی۔ غالباً یہ پہلا فرد تھا جس نے ہندوستان میں علم فقہ پر پہلی کتاب لکھی۔ اسکی کتاب التفرید فی الفروع کے نام سے مشہور ہے۔[14]

اس کے علاوہ برصغیر میں فتاویٰ شائع ہوتے رہے۔ احکام و مسائل پر اصول فقہ، اور تفاسیر پر خاصا فقہی کام تاریخ میں لکھا ہے۔ احکام القرآن پر سب سے جامع کام وہ ہے جو حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی زیر نگرانی فقہا کی ایک جماعت نے انجام دیا ہے مولانا تھانوی نے چار جید علما کی ایک کمیٹی تشکیل دی دی تھی، جس کے ارکان یہ حضرات تھے۔

---

[13] محمد احمد خان، اقبال اور مسئلہ تعلیم، اقبال اکیڈمی، لاہور، ص ۴۰۷

[14] محمد یوسف فاروقی، برصغیر میں حنفی فقہ کا ارتقا شائع شدہ امام ابو حنیفہ، حیات و فکر خدمات (مرتبین محمد طاہر منصوری، عبدالحہ ابڑو) ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد ۲۰۰۲ ص ۱۹۸

Vol. 6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

1. مولانا ظفر احمد عثمانی
2. مولانا ادریس کاندھلوی
3. مفتی محمد شفیع
4. مفتی جمیل احمد تھانوی

انہوں نے جو کام کیا وہ دلائل القرآن علمی مسائل النعمان کے نام سے موسوم ہوا اور بعد میں اس کو احکام القرآن کے نام سے شائع کیا گیا ۔ان کے علاوہ برصغیر کے اندر فقہ کی دنیا میں شاہ ولی اللہ کا نام نمایاں طور پر لیا جاتا ہے، جنہوں نے علم فقہ پر بنیادی کام کیا ہے۔ چنانچہ قیام پاکستان سے کچھ دیر پہلے مولانا گیلانی نے فقہ پر اپنے مقالات کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ اگرچہ وہ اس سے پہلے امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی کے بارے میں بھی کافی مواد فراہم کر چکے تھے جو کہ دراصل فقہ ہی کا موضوع تھا۔ اس کتاب میں مولانا گیلانی نے بعض بڑے ہی لطیف نکتے درج کیے ہیں اور فقہ و قانون کی خشک اور بے مزہ ابحاث کو تصوف اور عشق و محبت کی زبان میں بیان کر کے انہیں سبک و لطیف بنا دیا ہے۔

مولانا گیلانی نے اس کتاب میں نہ تو ہندوستان میں شریعت کے نفاذ پر بحث کی اور نہ ہی اس امر پر روشنی ڈالی ہے کہ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں مسلمان دوسرے باشندوں کی طرح غیر ملکی غلامی میں گرفتار ہیں۔ شرعی نظام کو کسی حد تک قائم کر سکتے ہیں یا آزاد ہندوستان میں جہاں قومی اور دنیاوی حکومت قائم ہے جس میں قانونی طور پر مسلم اور غیر مسلم شریک اقتدار ہیں۔ اسلامی شریعت کی کیا پوزیشن ہے؟ یا پاکستان میں جہاں کی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ شریعت کو نافذ کرنے کے لیے کونسی راہ اختیار کی جائے ملک کی عدالتوں میں یا قانونی تعلیم میں کیا کیا تبدیلیاں کی جائیں۔ ۲۰ اور یہ بات ڈاکٹر رشید احمد جالندھری نے بالکل صحیح بیان کی ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان باتوں کا اصل مقام اس کتاب کا دوسرا حصہ تھا۔ اسے جو بد قسمتی سے مولانا گیلانی "مکمل نہ کر سکے۔

فقہ تقاضائے فطرت انسانی

مولانا اشرف علی تھانوی عقل کے تحت رونما ہونے والے واقعات پر یقین کرنے کے حق میں ہیں اور اس کے لئے کوئی نظیر پیش کرنے کو ضروری خیال نہیں کرتے لکھتے ہیں۔

"نظیر اور دلیل جس کو آجکل ثبوت کہتے ہیں ایک نہیں اور مدعی سے دلیل کا مطالبہ جائز ہو مگر نظیر کا مطالبہ جائز نہیں"[15]

مولانا اشرف علی تھانوی عقل کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"نقلا اور عقلا و عرفا ہر طرح مسلم ہے۔ حقیقت اس کی یہ ہے کہ ایک چیز کا صریح حکم پا کر دوسری ایسی چیز کے لیے بھی وہ حکم ثابت مان لیں جس کے لیے صریح حکم موجود نہ ہو لیکن وہ اس چیز کے مشابہ ہو جس کا حکم صریح موجود ہے۔ یہ ماہیت ہے۔"[16]

---

[15] مقدمہ تدوین فقہ، ص ١٦

[16] ایضا، ص ١٦

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615
Vol. 6 No.3 2023

اس لحاظ سے مولانا اشرف علی تھانوی عقل کو انسانی فطرت کی اسلام کے عین مطابق سمجھتے ہیں۔ اور یہی راہ اصل الیوم المملکت لکم دینکم کی صحیح روح ہے۔

امام سرخسی (م:۱۰۹۷/۵۴۹۰ء) فرماتے ہیں۔

صحابہ وتابعین وصالحین اور ائمہ دین کا مسلک یہ ہے کہ رائے کے ذریعے ان اصول پر قیاس کرنا جن کے احکام نص سے ثابت ہوں تاکہ نص کا حکم فروع پر غیر خصوص مسئلے پر نافذ کر دیا جائے۔ جائز ہے جس کے ذریعے اللہ کی اطاعت کی جاتی ہے اور یہ شرعی احکام کے مآخذ میں سے ایک ماخذ ہے لیکن قیاس ورائے میں ابتدائی علم کے اثبات کی صلاحیت موجود نہیں[17]

مولانا سید مناظر احسن گیلانی" کے خیال میں " نبوت کے متعلق جو کام انجام دیتی ہے۔ بجائے تعقل کے اس کا نام تفقہ رکھ دیا گیا ہے ورنہ تفقہ اور تعقل میں نفس عقلی کاروبار کی حیثیت سے کوئی فرق نہیں ہے۔[18]

مولانا گیلانی ان لوگوں پر حیرت کا اظہار کرتے ہیں جو خواہ مخواہ بے سوچے سمجھے اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ عقل ودین دو متقابل چیزیں ہیں۔ مولانا گیلانی تو دوسرے فقہا کی نسبت عقل کی افادیت کو واضح طور پر بیان کرتے ہیں۔ جس طرح انسان اشرف المخلوقات ہے۔ دوسرے جانوروں کی نسبت عقل وشعور سے کام لیکر اپنی دنیا آپ بنانے اور سنوارنے پر قادر ہے۔ اس لحاظ سے یہ کہنا بجا ہے کہ عقل تقاضائے انسانی فطرت ہے۔ یہاں پر مولانا مناظر احسن گیلانی" کی سوچ مولانا مودودی سے ہم آہنگ نظر آتی ہے کیونکہ مولانا مودودی فرماتے ہیں۔

ہر لحہ بدلتی ہوئی دنیا میں، جو عالم دین اور مفتی علوم دینیہ پر مہارت کے باوجود اگر عصر حاضر کے بہتر شعور سے محروم رہے گا تو اس سے جدید فقہی مسائل میں بالخصوص اقتصادی اور طبّی معاملات میں امت مسلمہ کی رہنمائی کا کام احسن انداز سے ممکن نہیں ہو گا[19]

مولانا گیلانی عقل وشعور کو مسائل دینیہ کے حل میں نہایت اہم خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔"

وحی ونبوت کے معلومات جن کی عام تعبیر دین ومذہب کے لفظ سے کی جاتی ہے جن لوگوں کا خیال ہے کہ اس میں قیاس جائز نہیں، ہر حکم اس مذہب کے متعلق تو صحیح ہو سکتا ہے جو کسی حیوان کو عطا کیا گیا ہو۔ لیکن ایک ایسے عقلی وجود کا مذہب جس کا نام انسان ہے۔ اس کے مذہب کے متعلق بھی یہی رائے رکھنی جہاں تک میں خیال کرتا ہوں، یہ انسانی فطرت کے متعلق غلط اندازہ یا اس کے خصوصیات سے لاپرواہی کا نتیجہ ہے"[20]

---

[17] السرخي شمس الدين احمد بن ابي ايل اصول السرخسي، دار المعرفة، بيروت ۱۹۷۳ء م ج ۲ ص ۱۸ ۳۵

[18] مولانا گیلانی، مقدمہ تدوین فقہ ص ۲۸

[19] احیائے دین اور مولانا مودودی ۱۰

Vol. 6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

امام سیوطی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

فقہ ایک عقلی علم ہے۔جو منقول(یعنی وحی و نبوت کے معلومات)سے حاصل کیا گیا ہے۔"[21]

اس طرح سوچ بچار دراصل مولانا گیلانی کے نزدیک وحی و نبوت کی معمولات سے معاملات زندگی کو استوار کرنے کا نام ہے لکھتے ہیں۔

"تفقہ ہو یا اجتہاد اس کے ذریعہ سے دین میں کسی چیز کا اضافہ نہیں ہوتا بلکہ ان ہی چیزوں کا ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے جن پر نصوص یعنی وحی و نبوت کی معلومات پر مشتمل ہیں"۔[22]

علم تصوف اور فقہ کا باہمی تعلق

مولانا گیلانی کا دوسرے محققین کی نسبت یہاں ان کا نقطہ نگاہ مختلف معلوم ہوتا ہے۔مولانا کے خیال میں فقہی اختلافات جس طرح باعث رحمت ہیں اور یہ کوئی عار نہیں ہے۔اس طرح احسان کی منزل کے حصول کے لیے طریقت کے اصولوں کو اختیار کرنا کس طرح باعث عار ہو سکتا ہے۔

علما کی اکثریت جیسا کہ مشہور ہے تصوف کے حق میں دلائل دیتی ہوئی نظر آتی ہے۔اس طرح اس کی مخالفت کرنے والوں کی بھی کمی نہیں ہے۔اور جو مخالفت کرنے کے درپے ہیں وہ تصوف مروجہ ضابطوں اور طریقوں کی مخالفت کرتے ہیں۔جہاں تک روحانی نیت کو مضبوط کرنے اور احسان کی منزل کے حصول کا تعلق ہے اس میں تو کسی سلیم الفطرت عالم دین حضرات میں دورائے نہیں ہیں۔سب ہی اس کو روا اور ضروری خیال کرتے ہیں۔مولانا اشرف علی تھانوی "تصوف کے حق میں دلائل دیتے ہیں۔جبکہ سید ابوالحسن علی ندوی اور مولانا مودودی جیسے مفکرین تصوف کو غیر ضروری خیال کرتے ہیں۔اور اس کی جگہ تزکیہ نفس جیسی اصطلاح کو استعمال کرتے ہوئے اپنے نفس کو پاک کرنے کے لیے قرآن وسنت سے رجوع کرنے پر زیادہ زور دیتے ہیں۔

مولانا گیلانی "چونکہ تصوف کے قائل تھے۔وہ ایک صوفی انسان تھے۔اگرچہ انہوں نے اس کو عملی طور پر اختیار نہیں کیا تھا یعنی با قاعدہ ارادت کا سلسلہ شروع نہیں کیا تھا۔لیکن ان کا ذہنی رجحان اس طرف مائل تھا چنانچہ جہاں وہ فقہی اختلافات کا ذکر کرتے ہیں۔وہیں وہ تصوف کے مختلف سلاسل کا ذکر بھی کرتے ہیں۔چنانچہ وہ ابن نجیم کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

ان میں سے جن کا تعلق وجدانیات سے تھا اسے علم اخلاق اور تصوف کا نام دیا گیا۔مثلاً زید، صبر، رضا نماز میں حضور قلب اور اسی قسم کے مسائل، آخر میں العملیات کا نام فقہ رہ گیا ان ہی کی عبارت ہے اور جن کا تعلق عملیات سے تھا اصطلاحی فقہ اب ان ہی مسائل کا نام ہے"[23]

---

[20] ایضاً، ص ۳۱

[21] مولانا گیلانی، مقدمہ تدوین فقہ، ص ۳۰

[22] ایضاً، ص ۳۳

[23] ایضاً، ص 33

Vol. 6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

مولانا گیلانی "شاہ اسماعیل شہید دہلوی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

لوگوں نے اس علم کا نام جس کا تعلق آدمی کو قوت محرکہ (عملہ) سے ہے۔الفقہ رکھا ہے۔اور تخیل کی قوت کی تربیت سے جس کا تعلق ہے۔اس کا ادب تصفیہ وعزلت نام ہے۔اور آدمی کی قوت واہمہ کی صحیح سے جس کا تعلق ہے۔اس کا نام الاشغال والمراقبات والنسب ہے اور جس علم کا تعلق اس قلب سے ہے۔اس کا نام فن سلوک ہے جس میں انسانی اخلاق اور ملکات واحوال ومقامات سے بحث کی جاتی ہے۔"[24]

مولانا گیلانی لکھتے ہیں۔

"فقہانے اپنے علم کا نام شریعت رکھ دیا تھا۔اس کے مقابلہ میں دوسری قوتوں پر بحث کرنے والوں نے اپنے فن کا نام طریقت، حقیقت، معرفت وغیرہ رکھ دیا۔"[25]

صوفی اور فقیہ یا صوفی اور ملا کے اختلاف کا مسئلہ ہندوستان میں کچھ مقامی اثرات بھی رکھتا ہے کیونکہ ہندوستان میں اسلام صوفیا کے ذریعے سے پھیلا اور شاید اس لیے بھی کہ سوچیں تو یہ ملا اسلام کے اس قدر ظاہری پہلوؤں پر زور دیتے ہیں کہ اصلاح باطن بلکہ مذہب حصہ سے کوئی فیض حاصل کرنے کے لیے تصوف کی ضرورت رہ جاتی ہے۔ہندوستان میں تصوف نے بڑا فروغ حاصل کیا۔لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بعض صوفیائے اسلامی احکام کی پابندی نہیں کرتے یا جیسا کہ خود شاہ ولی اللہ نے یا اقبال نے بتایا ہے۔

شاہ ولی اللہ کے زمانے میں تصوف زوروں پر تھا۔ضرورت تھی کہ اسکی اصلاح کی جائے اور اس کے ان اجزا کو جو شرع اور فقہ کے خلاف ہیں علیحدہ کیا جائے۔تاکہ عوام اور خواص کی روحانی اصلاح کے سلسلے بھی منقطع نہ ہوں اور شرع کی مخالفت بھی جاتی رہے۔انہوں نے اپنے علم اور ذاتی تجربات کو تصوف اور فقہ کے اختلاف مٹانے کے لیے استعمال کیا ان سے پہلے ان کے والد اور ان کے چچا کا بھی یہی طریقہ تھا۔

مولانا عبید اللہ سندھی ان دونوں بزرگوں کی نسبت لکھتے ہیں۔

"ہر دو بھائیوں کے نظریوں کا ماحاصل ایک ایسی راہ بنانے کی بھی ہے جس پر مسلمان فلاسفر صوفیہ اور متکلمین اور فقہا ساتھ ساتھ چل سکیں "۔

ان کوششوں کو شاہ ولی اللہ نے وسعت دی اور تصوف کے مختلف پہلوؤں پر کئی کتابیں لکھیں۔[26] شاہ ولی اللہ کی انہیں کوششوں کے بارے میں مولانا مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں۔

ان کتابوں سے ملا اور صوفی کے جھگڑوں کا بشرطیکہ انصاف سے کام لیا جائے خاتمہ ہو جاتا ہے[27]

---

[24] مولانا گیلانی، مقدمہ تدوین فقہ، ص ۴۱

[25] ایضا، ص ۴۴

[26] مقالات احسانی ص ۲۹

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

شاہ ولی اللہ نے تصوف کے مسائل کو خالص اسلامی تعبیروں میں پیش کر کے مولویوں کی اس بھڑک کو مٹادیا ہے جوان بے چاروں میں صوفی وصوفیت سے پائی جاتی ہے۔

فقہی اختلاف سلاسل باعث رحمت

مولانا گیلانی فقہی اختلافات کو عین فطری تقاضا سمجھتے ہیں اوراس کو باعث رحمت گردانتے ہیں۔ جس طرح آنحضور کاارشاد گرامی ہے کہ

"امت کااختلاف باعث رحمت ہے"

مفتی محمد شفیع بے اعتدالی اورانتہاپسندی کو تمام خرابیوں کی جڑ قرار دیتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔

اگر غور کیا جائے تو دین ودنیا کی تمام خرابیاں، جرائم اور معاشی اور بد خلقی سب ایک لفظ بے اعتدالی کی شرح اوراس کے مختلف شعبے ہیں اور ہر زمانے میں اصلاح کرنے والوں کا کام اسی بے اعتدالی کا علاج کرنا ہے۔ جس طرح طب انسانی میں بے اعتدالی کانام مرض ہے اور مزاج کے اعتدال کی اصلاح علاج ہے ٹھیک اسی طرح طب روحانی (دین وشریعت) میں بھی یہی اصول رائج ہے۔[28]

اختلاف سلاسل کے معاملہ میں شاہ ولی اللہ نے انصاف اعتدال اور سلیم الطبعی سے کام لیا ہے۔ان کی ابتدائی تعلیم خفی طریقے پر ہوئی تھی۔ لیکن ان کے والد اور چچا دونوں حنفی تھے۔استاد شیخ ابوالطاہر مدنی شافعی تھے۔انہوں نے دونوں سے فیض حاصل کیا۔ تفہیمات الہیہ میں لکھتے ہیں۔

"میرے ذہن میں ایک خیال ڈالا گیا ہے کہ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے مذہب امت میں سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ سب سے زیادہ پیرو بھی ان کے پائے جاتے ہیں اور تصنیفات بھی انہی مذاہب کی زیادہ ہیں۔اس وقت جوامر حق ملاء اعلیٰ کے علوم سے مطابقت رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ دونوں کو ایک مذہب کی طرح کردیا جائے۔ جو کچھ ان کے موافق ہو اس کو رکھا جائے اور جس کی کچھ اصل نہ ہو اس کو ساقط کردیا جائے۔ پھر جو چیزیں تنقید کے بعد ثابت نکلیں، اگر وہ دونوں میں متفق علیہ ہوں تو مسئلہ میں دونوں قول تسلیم کیے جائیں۔[29]

مولانا گیلانی نے اس طرح کے کئی واقعات کو درج کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ اختلافات کو ائمہ نے باعث نزع نہیں بنایا تو ہمیں اس پر اتنا شدومد کی کیا ضرورت ہے۔ چنانچہ ان تمام اختلافات میں اعتدال کی راہ مولانا گیلانی کی خواہش تھی۔

---

[27] محمد اکرام، شیخ رود کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۹۷، ص ۵۸۰

[28] مفتی محمد شفیع، جواھر الفقہ، مکتبہ دار اسلام، کراچی، ۱۴۰۸/ ۱۹۸۸، ص ۷۳

[29] شاہ ولی اللہ الدہلوی التفہیمات الالھیہ انجلس العلمی ڈابھیل (سورت) مدینہ پریس بجنور، ۱۹۳۶، ص ۱۰۲

Vol. 6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

مولانا سید ابوالا علیٰ مودودی کی فکر کی ایک اہم خصوصیت فقہی مسائل میں اعتدال ہے۔قدیم مسائل میں وہ تعبیر و تشریح کے اختلاف کو نہ صرف روا رکھتے ہیں بلکہ لوگوں کو تحمل، برداشت اور کشادہ دلی کا مشورہ دیتے ہیں۔ تفہیم القرآن میں وہ تمام فقہی مسائل کی آراء بلا تعصب نقل کرتے ہیں۔[30] برعظیم ہندو پاک کے حنفی علما میں مولانا عبدالحی لکھنوی(م:۱۸۶۶ء)، علامہ انور شاہ کشمیری(م:۱۹۳۴ء)، مولانا اشرف علی تھانویؒ(م:۱۹۴۳ء)، وغیرہ نے دلیل کی قوت کی بناپر یا مصلحت عامہ کے پیش نظر بعض مسائل حنفی مذہب کو ترک کرکے مالکی اور شافعی یا حنبلی مذاہب کے مطابق فتویٰ دیا ہے یا اپنی ترجیحی رائے کا اظہار کیا ہے۔[31]

مولانا گیلانی "اتحاد امت کے داعی اور اختلافات سلاسل کو عین فطری اور ضروری قرار دیتے ہیں۔ان کے خیال میں اختلافات سے ہی متنوع اور ارتقائی بہتری کی گنجائش نکلتی ہے اور سنت نبوی کے ہر ہر عمل پر امتیوں کو عمل کرنے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

اگر ایک ہی بات پر دو صحابہ متفق ہو جاتے ہیں تو اس بات کا چھوڑنے والا سنت کا چھوڑنے والا بن جاتا اور جب وہ مختلف ہوئے تو ان میں سے جس کسی کے قول کو کوئی اختیار کرے گا تو سمجھا جائے گا کہ سنت ہی کو اس نے اختیار کیا"[32]

مولانا گیلانی کے خیال میں ائمہ فقہ میں اختلافات کی نوعیت سراسر علمی ہے۔حالانکہ ان کے درمیان اختلافات ہونے کے باوجود ان کے ذاتی تعلقات آپس میں مثالی رہے ہیں۔ایک جگہ مولانا گیلانی لکھتے ہیں۔

> مسلمانوں کے دو مشہور فقہی فرقے شافعی، حنبلی ہیں۔دونوں فرقوں اور ان کے اماموں کی آراء اور مجتہدات میں بلامبالغہ سینکڑوں ہی نہیں ہزاروں تھے۔مگر ان دونوں فرقوں کے اماموں کے باہمی تعلقات کی جو نوعیت تھی منجملہ اور بیسویں چیزوں کے ایک قصہ ابن عساکر نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ امام شافعی کے مشہور تلمیذ رشید ربیع جنہوں نے امام شافعی کی فقہ کو مدون کیا ہے۔ایک خاص معاملہ میں بطور انعام احمد بن حنبل نے انکو اپنی قمیض عطا کی تھی ربیع اس قمیض کو لیکر مصر پہنچے جہاں امام شافعی اس زمانہ میں مقیم تھے۔امام شافعی کو جب معلوم ہوا کہ ربیع کو امام احمد بن حنبل نے قمیض عطا کی ہے جو ان کے جسم مبارک سے مس ہوئی ہے تو اپنے شاگرد سے فرمانے لگے۔ربیع پس تم سے اس قمیض کا مطالبہ کر کے میں تمھیں دکھ پہنچانا نہیں چاہتا لیکن کیا میری خاطر تم اتنا کر سکتے ہو کہ دھو کر اس قمیض کا غسالہ مجھے عطا کرو تا کہ میں اس سے برکت حاصل کروں"[33]

---

[30] احیائے دین اور مولانا مودودی ص ۲۳

[31] مولانا گیلانی، مقدمہ تدوین فقہ، ص ۱۶۶

[32] ایضا، ص ۲۴

[33] گیلانی، مناظر احسن سید مولانا کی باتیں امام شافی وامام حمد بن نبل کا نصفانہ دور عباسی خلیفہ کے ساتھ، صدیقی ہفت روزہ الکھنوج انمبر ے

Vol. 6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

مولانا گیلانی فقہ میں غلو کو بھی اس کی مخالفت بڑھانے کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ان کے خیال میں بعض لوگوں نے فقہ کو اس قدر اہمیت اور اولیت دینا شروع کر دی کہ باقی افعال و اعمال اور مسائل کو پیچھے چھوڑ گئے۔ مولانا لکھتے ہیں۔

"اسی چیز نے لوگوں کو اس مغالطہ میں مبتلا کر دیا کہ لے دے کر سارا دین، ساری شریعت صرف وہی ہے جو فقہ کی کتابوں میں ہے۔رفتہ رفتہ اس خیال میں غلو پیدا ہوا، اور کیا غلو؟"[34]

اس کے لیے وہ (بحر الرائق، ج ا ص ۴) سے ایک مثال بھی پیش کرتے ہیں جس میں لکھا ہے۔

فقہ کا سیکھنا قرآن کے سیکھنے سے بھی افضل ہے"۔

غلو اور اغراق کے یہی وہ تفریطی حدود ہیں جنھیں دیکھ دیکھ کر دوسرے طبقات کے لوگ پھر مخالفت میں بھی اس قسم کی شدت اختیار کر لیتے ہیں۔

مولانا گیلانی اختلافات کو ختم کرنے کا ایک حل اطاعت امیر کو سمجھتے ہیں۔اور اس کے لیے حضرت عثمان کا لج کے موقع پر قصر نماز کی بجائے پوری نماز ادا کرنے کے معاملے میں دوسرے اکابر صحابہ کا باوجود اس بات پر تحفظات ہونے کے انہوں نے اطاعت امیر سے کام لیا۔ ۳۲ مولانا گیلانی" کے خیال میں مسلمانوں کے درمیان پائے جانے والے اختلافات کی ایک وجہ مغربی مورخین کے اس طرز عمل کو بھی دخل ہے کہ جو تیر ان کے کلیجوں میں چھپے ہوئے ہیں ان ہی کو نکال نکال کر حسب عادت وہ اسلام کے سینے میں جھونکنا چاہتے ہوں۔[35]

یہاں پر مولانا گیلانی "بقول ڈاکٹر رشید احمد جالندھری۔اپنے اصل موضوع سے بہت دور نکل گئے ہیں، یہ بات اپنی جگہ بجا ہے۔ مولانا گیلانی" نے مستشرقین اسلام کے منفی پراپیگنڈے کے جواب میں ان واقعات کو خوب اچھالا ہے اور قرون وسطی میں بابائے اسلام اور دوسرے مذہبی رہنماوں کے واقعات بیان کرنا شروع کر دیے کہ جو لوگ اختلاف کا سہارا لے کر شور مچارہے ہیں انہیں یورپ کی تاریخ بھی پڑھ لینی چاہیے کہ وہاں کلیسا نے کس آمرانہ انداز سے انسانوں کو اپنا کلام بنایا تھا۔[36] ڈاکٹر رشید احمد جالندھری لکھتے ہیں۔

گیلانی صاحب نے تاریخ یورپ کے حوالہ جات سے کلیسا اور اہل کلیسا کے واقعات کو اتنا طول دیا کہ پورے ۱۴ صفحات کلیسا کی نذر ہو گئے۔"[37]

---

۲ ربیع الاول ۱۳۶۵ ۔ ۲۷/۵ فروری ۱۹۴۶ ء

[34] مقدمہ تدوین فقہ، ص ۵۸ ا

[35] ایضا، ۱۸

[36] ایضا، ص ۲۱۷

[37] ایضا، ص ۵۹

Vol. 6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

مستشرقین اسلام کے منفی پروپیگنڈے کے برعکس مسلمان ائمہ کے آپس کے تعلقات، صبر و برداشت اور ایک دوسرے کے افکار کی عزت سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ ان اختلافات کی نوعیت عالمانہ اور برائے خیر تھی۔ باعث نزع ہر گزنہ تھی۔ مولانا گیلانی لکھتے ہیں۔

مذہب کے جس اختلاف پر آج ہر جگہ واویلا مچا ہوا ہے جن لوگوں میں یہ اختلاف تھا وہ اس کے متعلق اتنا اختلافی واتفاقی نقطہ نظر رکھتے تھے۔ آخر اگر ایسا نہ ہوتا بلکہ ائمہ مجتہدین اپنے سوا دوسروں کے خیال کو غلط سمجھتے تھے تو کیا یہ ممکن تھا کہ امام ابو حنیفہ کی قبر کے خیال سے امام شافعی دین کے ایک صحیح مسئلہ کو چھوڑ کر اس طریقہ عمل کو اختیار کرتے جو ان کے نزدیک غلط یعنی دین نہ تھا یا امام مالک دو دفعہ موقعہ ملنے کے باوجود ان مسلمانوں کے جو ان کے فقہی نتائج سے مختلف تھے ان کو بحیثیت شرعی اور دینا ان کے نزدیک جو غلط زندگی تھی اس پر باقی رہنے کی اجازت ہی نہیں بلکہ خلیفہ وقت کو غلطی کی اصلاح سے روک سکتے تھے۔[38]

مولانا گیلانی اضطراب اختلاف کو ختم کرنے کے لیے ایک عملی تجویز بھی دیتے ہیں جو کہ دراصل ان کی امت مسلمہ کو اتحاد و یگانگت کی عملی تصویر بنا دیکھنے کی خواہش کے ساتھ ہی لکھتے ہیں۔

> صحیح طریقہ عمل یہی ہے کہ علم و اعتقاد کی حد تک تو غیر بیناتی اختلافات کے متعلق عموماً یہی خیال رکھنا چاہیے کہ ان کے جاننے والوں اور ان پر عمل کرنے والوں میں کوئی غلطی پر نہیں ہے لیکن عملاً مسلمانوں کو چاہیے کہ جس مسلک کا اس ملک میں عمومی رواج ہو، جن لوگوں کی ان مسائل کے متعلق اکثریت ہو اس کی اتباع کریں تا کہ اپنے پیغمبر کے فرمان بڑی اکثریت کی پیروی کرو"۔ اور جس نے عام مسلمانوں سے الگ ہو کر راہ بنائی وہ جہنم میں گرا کی تعمیل سے بھی سر فراز ہوں۔[39]

فقہ اسلامی کے پہلے معلم

مولانا گیلانی لکھتے ہیں دین میں تفقہ پیدا کرانے یا وحی و نبوت کے متعلق سوجھ بوجھ پیدا کرنے کا پہلا کام جس ہستی سے متعلق ہو سکتا تھا وہ خود سرور کائنات کی ذات اقدس تھی قرآن پاک میں ہے۔

يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ سکھاتے ہیں۔[40] (پیغمبر ان مسلمانوں کو) الکتاب اور الحکمۃ[41]

---

[38] مولاناتا گیلانی، مقدمہ تدوین فقہ، ص ۲۰۲

[39] مولانا گیلانی، مقدمہ تدوین فقہ ص ۲۳۸-۲۴۹

[40] البقرہ۰۲:۱۲۹

[41] مولانا گیلانی، مقدمہ تدوین فقہ ص ۲۳۸-۲۴۹

صفہ کی کی درسگاہ میں تعلیم و تربیت کا فریضہ بھی دراصل تفقہ فی الدین کی عملی مثال ہے ۳۹ بخاری شریف کی کتاب العلم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جدید دور تعلیمی نظریات اور تعلیمی نظاموں کے نہایت ہی بہترین اصولوں کی بنیاد دراصل صفہ کی اس درسگاہ کے استاد عظیم حضرت محمدؐ نے رکھی تھی۔ یہ بات ثابت کرتی ہے کہ بقول مولانا گیلانی

> اس دین کی بنیاد تعلیم و تعلم فقہ واجتہاد پر رکھی جائے ورنہ تیرہ سو سال تک اسلام دنیا کے اکثر خطہ کے باشندوں کے ہر شعبہ جات پر جو بآسانی منطبق ہوتا رہا ہے کامیابی بغیر اس تدبیر کے کیا حاصل ہو سکتی تھی جو قراء تعلیم، تعلم تفقہ فی الدین کے ذریعہ سے اسے میسر آئی۔[42]

مولانا گیلانی کا یہ نقطہ نظر بالکل صحیح ہے کہ فقہ اسلامی کا آغاز تو دراصل دربار رسالت سے ہو گیا تھا۔ اس کے بعد صحابہ کے دور میں بھی تفقہ فی الدین کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

عہد نبوت اور عہد صحابہ ہی میں مسلمانوں کے طبقہ اولی یعنی صحابہ کرام میں اہل علم وفتوی کا ایک مخصوص طبقہ پیدا ہو گیا جو اپنی اس خصوصی حیثیت وخدمت کے لحاظ سے عام صحابہ میں بالکل ممتاز تھا اور اسلامی تاریخ کا یہ پہلا طبقہ ہے جس میں تدوین فقہ کا کام کا آغاز ہوا۔[43]

فقہ اسلامی کا اطلاق

مولانا گیلانی نے اپنی فقہی تحریروں میں تدوین فقہ کی ضرورت واہمیت اور اس کے بنیادی اصولوں پر بات تو ضرور کی ہے۔ مگر فقہ برصغیر پاک وہند میں کس طرح نفاذ پذیر ہوتا ہو۔ کونسی فقہ پر عمل کرنا ضروری ہے۔ یا پھر جدید پیش آمدہ مسائل کا حل کس طرح ممکن ہے۔ اس پر انہوں نے بحث نہیں کی۔ ڈاکٹر رشید احمد جالندھری بالکل صحیح لکھتے ہیں۔

> "گیلانی صاحب نے نہ تو ہندوستان میں شریعت کے نفاذ پر بحث کی ہے اور نہ ہی اس امر پر روشنی ڈالی ہے کہ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں مسلمان دوسرے باشندوں کی طرح غیر ملکی غلامی میں گرفتار ہیں۔ شرعی نظام کو کس حد تک قائم کر سکتے ہیں؟ یا آزاد ہندوستان میں جہاں قومی اور دینوی حکومت قائم ہے۔ جس میں قانونی طور پر مسلم اور غیر مسلم دونوں شریک اقتدار ہیں۔ اسلامی شریعت کی کیا پوزیشن ہے اور غیر مسلم کیا یا پاکستان میں جہاں کی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ شریعت کو نافذ کرنے کے لیے کون سی راہ اختیار کی جائے۔ ملک کی عدالتوں میں یا قانونی تعلیم میں کیا کیا تبدیلیاں کی جائیں"[44]

یقیناً اس کی وجہ یہ تھی کہ مولانا گیلانی" نے مقدمہ تدوین فقہ کے عنوان سے اپنی تصنیف میں ابھی تدوین فقہ کا ابتدائیہ ہی لکھا تھا۔ تدوین فقہ اور اسکے نفاذ کی عملی تدابیر پر وہ لکھنا چاہتے تھے لیکن مہلت عمل میں وہ ایسا نہ کر سکے۔ اگر دیکھا جائے تو اس وقت عالم اسلام کا

---

[42] ایضا، ص ۹۳

[43] ایضاً، ص ۱۰۰

[44] مولانا گیلانی، مقدمہ تدوین فقہ، ص ۱۶

یہ بہت بڑا مسئلہ ہے کہ ہم نے اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ حالانکہ قرآن و سنت ہمیں اس کی اجازت دیتے ہیں۔ بلکہ بعض حالات میں ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ مولانا گیلانی "اس سوچ کی تڑپ اپنے اندر ضرور محسوس کرتے تھے۔ ان کے بعض مقالات میں اسی طرف روشنی ڈالی گئی ہے، لیکن ظاہر ہے اس وقت کے معروضی حالات میں احوال اور بنیادی کام کرنا ہی زیادہ تھا۔ بجائے اس کے کہ کوئی عمل نفاذ کی تدابیر کی جاتی۔

فقہی مسائل میں اعتدال کی راہ

مولانا گیلانی ایک ثقہ عالم دین ہونے کی بنیادی اسلامی علوم پر دسترس رکھتے تھے۔ فقہ پر بھی ان کو کماحقہ دسترس حاصل تھی۔ انہیں اللہ تعالی نے ایک انتہائی اعلیٰ ذہن بھی عطا کیا تھا۔ جس میں سوچ بچار اور فقہ اسلامی کے تحت جدید پیش آمدہ مسائل پر استنباط کی صلاحیت موجود تھی۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ وہ فتاویٰ جاری کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ اعتدال کی راہ اپنانے کو ترجیح دیتے تھے۔ مگر اس کے باوجود کچھ فتاوٰی صدق لکھنو میں ملتے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

غیر اسلامی حکومت میں ملازمت کا مسئلہ:

غیر اسلامی حکومت کے تحت مسلمان کا ملازمت کرنا جہاں اسے غیر اسلامی اور قرآن وسنت کے خلاف احکام کے تحت اپنی کار کردگی اور فیصلے کرنا ہوتے ہیں۔ عام دیوبند علماء نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ اس طرح کی ملازمت کرنے والے کو کفر کرنے کے برابر قرار دیا تھا۔ اس کے لیے قرآن پاک کی درج ذیل آیت کے تحت علمائے کرام اپنے فتاوٰی جاری کرتے ہیں۔

وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ [45]۔۔هُمُ الظَّالِمُونَ.[46] .. هُمُ الْفَاسِقُونَ "[47] جو فیصلہ نہیں کرتا

اس کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا تو پس یہی لوگ کافر ہیں، ظالم ہیں، اور یہی فاسق ہیں"

اس سلسلہ میں سید سلیمان ندوی ان الحکم الا اللہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

قوانین الٰہی کو چھوڑ کر کسی اور قانون کے مطابق فیصلہ کرنا اور فیصلہ چاہنا فسق ہے اور اس کا مرتکب فاسق ہے۔ حضرت مولانا عبد الباری ندوی اپنے ایک مقالہ میں لکھتے ہیں۔ خدا کی زمین پر صرف خدا ہی کا اتارا ہوا قانون چلنا چاہئے، جو ایسا نہیں کرتے خدا کا اعلان ہے کہ وہی کافر، ظالم، فاسق سب کچھ ہیں۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

ما انزل اللہ کے موافق حکم نہ کرنے سے غالباً مراد یہ ہے کہ مخصوص حکم ہی کے وجود سے انکار کر دے اور اس کی

---

[45] مائدہ ۵ : ۴۴

[46] المائدہ ۵۰:۴۵

[47] المائدہ ۵:۴۷

Vol. 6 No.3 2023

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7615

جگہ دوسرے احکام اپنی رائے اور خواہش سے تصنیف کرے جیسا کہ یہود نے حکم، رحم کے متعلق کیا تھا تو ایسے لوگوں کے کافر ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ اور اگر مراد یہ ہو کہ ما انزل اللہ کو عقیدہ ثابت جان کر پھر فیصلہ عملاً اس کے خلاف کرے تو کافر سے مراد عملی کافر ہو گا یعنی اس کی عملی حالت کافروں جیسی ہے۔[48]

اسی طرح حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کا یہ فتویٰ اس ضمن میں پیش خدمت ہے۔

"شرع شریف کے خلاف حکم کرنا حرام ہے۔ لہذا آج کل انگریز ملازمت تحصیلداری، ڈپٹی گری، صدر الصدوری، وکالت بیر سٹری، وغیرہ حرام ہے۔[49]

ان درج بالا فتاویٰ اور خیالات کی روشنی میں یہ بات عیاں ہو رہی ہے کہ غیر اسلامی حکومتوں کے تحت سر انجام دینے والے افراد کار بھی غیر اسلامی اور غیر قرآنی حرکات و سکنات کے مرتکب ہو جاتے ہیں اس لیے وہ فسق و فجور میں مبتلا ہو کر کفر کے درجے میں آجاتے ہیں۔

مولانا گیلانی جیسا کہ میں نے پہلے عرض کی فتویٰ جاری نہیں کرتے مگر کچھ مختلف سوچ بچار کے لیے فکری غذا (Food for Thought) ضرور فراہم کر دیتے ہیں۔ جو کسی بھی سلیم الفطرت شخص کے لیے سوچ و فکر کے لیے زاویے اور جہتیں کھولتا چلا جاتا ہے۔

درج بالا مسئلہ جب ان سے پوچھا گیا تو اس کے جواب میں انہوں نے مراسلہ نگار کو یہ جواب دیا تھا۔"

کسی مسلمان سے کوئی عیسائی یا یہودی اگر یہ پوچھے کہ فلاں مسئلہ میں تورات کا مثلاً کیا حکم ہے۔

اور اس مسلمان نے تورات کا یہ یہودی مذہب کی فقہ کا مطالعہ کیا ہو جواب میں اگر وہ اس یہودی یا عیسائی کو یہ بتا دے کہ تمہارے مذہب کا تو اس مسئلہ میں یہ حکم ہے اور فرض کیجئے کہ اس کا یہ حکم ایسا ہے جیسے قرآن کے سوچ و قوانین میں شریک کر دیا ہو تو کیا اس حکم کے بتا دینے سے اس مسلمان کے متعلق یہ فیصلہ درست ہو گا کہ ما انزل اللہ کے قرآنی حکم کی خلاف ورزی کر کے وہ الکافرون الفاسقون کے درجے میں داخل ہو گیا اور یہ کیا قانون کی کسی ایسی کتاب کی کتابت یا طباعت یا ترتیب وغیرہ کا کام جس میں قرآنی احکام کے خلاف بھی بعض دفعات اگر کسی مسلمان کے سپرد کیا جائے اور اس کام کو وہ معاوضہ لے کر انجام دے تو اس پر یہ فتویٰ لگانا کیا صحیح ہو سکتا ہے کہ ما انزل اللہ کے خلاف وہ فیصلہ کر رہا ہے"

مولانا مزید لکھتے ہیں پھر غیر اسلامی حکومتوں کے قوانین کے برتنے کا کام ان حکومتوں کے مسلمان ملازمین کو جو انجام دینا پڑتا ہے وہ بھی کیا کرتے ہیں یہی کہ حکومت قانون کی کتاب ان کے حوالہ کرتی ہے اور چاہتی ہے کہ حوادث و واقعات و معاملات مخاصمات سارے

---

[48] فوائد، ص ۱۴۸

[49] امداد الفتاوی، جلد دوم صفحہ ۱۵۸

Vol. 6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

سامنے کے حوالہ ہے اور کہ جب پیش ہوں تو اس کتاب کے جو درعات جن صورتوں پر منطبق ہوتے ہوں لکھدی کرو کہ فلاں صورت پر فلاں دفعہ منطبق ہوتی ہے۔ جہاں تک میں خیال کر رہا ہوں۔ واقعہ کی نوعیت یہی ہے۔[50]

مراسلہ نگار کے مزید اسرار پر مولانا گیلانی "نے اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ میرے استفسار کو فتویٰ کا رنگ دے دیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ ان بزرگوں کے فتاویٰ کے سامنے اپنی عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن مصالح عامہ کے تحت وہ یہ ضرور خیال کرتے ہیں کہ یہ سوچنا کہ ان سب کو ظالموں، فاسقوں میں شریک کر دینا بلکہ الکافرون تک کے تحت دھکیل دینے کے بعد سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان پر ارتداد کے احکام جاری ہو جاتے ہیں۔ ان کے نکاح فسخ گئے ان کی اولاد کا نسب قانونی نسب باقی نہ رہا۔ الی غیر ذالک من لوازم الکفر والدارتداد علما مدت سے ان حالات کو دیکھ رہے ہیں۔ جیسا صاف لفظوں میں ان کے بارے کوئی اعلان بھی نہیں کیا جاتا اب اگر ان علما کا یہی فیصلہ ہے تو یہ سارے ملازمین جو ان نوکریوں میں مشغول ہیں دین اسلام کے دائرے سے خارج ہو کر الکافرون کی جماعت میں بحق ہو چکے ہیں تو مجھ بے چارے کی کیا مجال ہے کہ ان بزرگوں کے مقابلے میں لب ہلائے"۔[51]

عیدالاضحی پر قربانی کا مسئلہ

عیدالاضحی پر بکرا قربانی کرنے کی سنت ابراہیمی کے مسئلہ پر ایک مراسلہ نگار مولوی بگرامی کے موقف کی تائید کرتے ہوئے مولانا گیلانی نے اعتدال کی راہ اپنانے کو روا سمجھا اور اس کو اہل سنت کا طریقہ بتایا ہے۔ مولانا گیلانی "اس موقف کی تائید کرتے ہیں کہ ایک خاندان کی طرف سے ایک ہی بکرا قربان کیا جا سکتا ہے۔

اس موقف کی تائید میں لکھتے ہیں۔

امام مالک کا مشہور فتویٰ ہے، بلکہ امام شافعی کی عبارت کتاب الام میں جو پائی جاتی ہے اس سے اسکی تائید ہوتی ہے۔ اور تو اور ابن رشد نے بدایۃ المجتہد میں امام مالک کے اس فتویٰ کا تذکرہ کرتے ہوئے آخر میں جو یہ لکھا ہے کہ " مخالفت کی اس مسئلہ میں یعنی ایک بکرا ایک خاندان کی طرف سے کافی ہے۔ "امام ابو ظیفہ اور سفیان ثوری نے مگر مخالفت ان دونوں کی کراہت کی حد تک ہے نہ یہ کہ کافی نہ ہوگی۔ مولانا گیلانی اس پر لکھتے ہیں کہ

> یہ ظاہر اس سے بھی سمجھ میں آتا ہے کہ امام ابو حنیفہ اور ثوری کی مخالفت ابن رشد کی تحقیق کی رو سے صرف کراہت کی حد تک ہے۔ یعنی ایک خاندان کی طرف سے ایک بکرا قربانی میں دینا ان دونوں کے نزدیک مکروہ ہی ہے مگر کوئی اس پر عمل کر گزرے تو اس کا یہ فعل مکروہ تو ہوگا لیکن قربانی جیسا کہ ابن رشد کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری کے نزدیک بھی ادا ہو جاتے ہے۔ اگرچہ فقہ حنفی کی کتابوں میں ابن رشد کی اس تحقیق کی تائید مجھے اس وقت تک ملی ہے۔ مگر ائمہ امصار کے مذاہب اور فتاویٰ عموماً حافظ ابو عمرو بن عبداللہ کی کتابوں میں

---

[50] ۵۸ صدیق لکھنو، ۵ دسمبر ۱۹۴۸ء

[51] گیلانی، مناظر احسن سید، مولانا مکتوب گیلانی صدق حالت روزہ لکھنو، ج ۱۳ ش ۱۶۳۵ جنوری ۱۹۴۸ء

Vol. 6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

سے ابن رشد چونکہ عموماً نقل کرتے ہیں اس لیے ان کا یہ بیان مستحق توجہ ہے۔"[52]

مولانا گیلانی اعتدال کی راہ اختیار کرنے کو مستحسن قرار دیتے ہوئے۔ مولانا گرامی کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے لکھا ہے۔ یعنی حالات کے تحت دوسرے امام مجتہد کے فتوے پر عمل یہ تو ایک ایسی راہ ہے۔ جس کے متعلق چاہا جائے تو شاید اجماع امت کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے سلفاعن خلف اہل السنت اس طریقہ کار کو اختیار کرتے رہے ہیں۔ حد یہ ہے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ حنفیت میں جن کا اصرار مشہور ہے مگر ہندوستان کے خاص خاص حالات کا ذکر فرماتے ہوئے اس مسئلہ میں تو نہیں لیکن اس نوعیت کے دوسرے مسئلہ کے سلسلے میں مسلمانان ہند کو اسی طرز عمل کے اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔" مولانا گیلانی حضرت مجدد کے مکتوب ۶۳ کا حوالہ بھی دیتے ہیں جو انہوں نے ملا مقصود علی تبریزی کے نام تحریر کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ آپ نے ارقام فرمایا ہے

بہتر یہ ہے کہ آسان اور نرم پہلو پر فتوی دیا جائے۔ اگر اپنے مذہب کے موافق نہ ہو تو جس مجتہد کے قول کے مطابق ہو۔[53]

اس پر مزید یہ کہ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ دوسرے ائمہ کے مقلدین بھی ایسا کرتے ہیں۔[54] مولانا گیلانی کسی ایک امام کے مقلد رہنے اور آئندہ نسلوں کو بھی اس کے تحت رکھنے کے خلاف ہیں۔ وہ اس رویے کو تحقیق اور جستجو اور تدبر اجتہاد کے خلاف سمجھتے ہیں۔ مولانا گیلانی "لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرنے کے حق میں نہ کہ ان کے لیے تنگی اور مشکلات پیدا کر دی جائیں۔ اس سلسلہ میں وہ حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوب نمبر ۲۲، ۱۵ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

فتویٰ اسی پہلو کے مطابق دیا جائے جو آسان اور زیادہ اہل ہو خواہ فتویٰ دینے والے مفتی کے مسلک کے مطابق یہ فتویٰ کیوں نہ ہو کسی دوسرے مجتہد کے قول کے مطابق کا ہونا ایسی صورت میں کافی ہے"۔[55]

مولانا گیلانی احمد گنگوہی کی بھی یہ عادت تھی کہ مختلف فقہی مسائل میں سائل کی ذہنیت اور اسکے مسلکی لگاؤ کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے مولانا انتشار وافتراق کو نہایت ناپسند کرتے تھے۔ چنانچہ اس زمانے میں اہل بھوپال عاملین بالحدیث تھے اور نماز عیدین میں چھ کی بجائے تیرہ تکبیرات کہتے تھے۔ مولانا گیلانی ہی نے اپنے ایک موقف کو حکم کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

کہ تم اہل بھوپال کی تقلید میں نماز عید میں تیرہ تکبیرات کہا کرو۔ کیونکہ یہ بھی حدیث سے ثابت ہے۔"

مولانا گیلانی حضرت مجدد کے حوالے سے مزید لکھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت مجدد قرآنی آیات ہی کو استدلال میں پیش کیا ہے لکھا ہے کہ قال اللہ تعالی يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسر [56] قال اللہ تعالی يُرِيدُ اللَّهُ أَن يُخَفِّفَ عَنكُمْ وَخُلِقَ الإِنسَانُ ضَعِيفا۔[57]

---

[52] گیلانی، مناظر احسن رسیدہ مولانا عیدالائی پر قربانی کا مسئلہ صدق ہفت روزہ لکھنوج ۱۵ ش ۲۷، ۲۵ نومبر ۱۹۳۹ء

[53] سر ہندی شیخ احمد مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی (مترجم: مولانا سعید احمد)، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، ۱۹۷۰، ص ۸۹

[54] صدق، ہفت روز و پلکھنو، ۲۵ نومبر ۱۹۳۹ء روزہ

[55] مکتوبات امام ربانی ص ۸۹

[56] البقرۃ: ۲: ۱۸۵

Vol. 6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ تمہارے ساتھ اللہ آسانی چاہتا ہے دشواری پیدا نہیں کرنا چاہتا دوسری جگہ ہے کہ اللہ تمہارے بار کو ہلکا کرنا چاہتا ہے اور انسان تو کمزور اور ناتواں پیدا کیا گیا ہے۔[58]

بلکہ مولانا گیلانی تو اس پر مزید حضرت مجدد کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

بر خلق تنگ گرفتن ایشان را رنجانیدن حرام است

عام مخلوق کو سختی کے ساتھ پکڑنا اور ان کے دلوں کو (اپنی تنگی گرفت) سے دکھانا حرام ہے۔"[59]

مسئلہ رویت ہلال

رویت ہلال کے مسئلہ میں جدید سائنسی سہولیات سے مستفید ہونے کے مسائل اس وقت در پیش تھے۔ بعض تنگ نظر علما اس کے استعمال پر تحفظات کا اظہار کر رہے تھے۔ خاص طور پر اختلاف مطلع کے بارے میں جو اختلافات پائے جاتے تھے۔ اس کے بارے میں مولانا گیلانی نے اپنے موقف کا اظہار کیا۔ فرنگی محلی کے مفتی صاحب نے یہ مسئلہ چھیڑا تو اس کے جواب میں مولانا گیلانی استدلال فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> "فاصلہ کے یقین کے متعلق مفتی صاحب نے جن باتوں کا ذکر فرمایا ہے اور فقہ کی کتابوں میں وہ پائی جاتی ہیں۔ مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تنقیح فلکیات کے کسی عالم سے کرائی جائے آخر ہمارے فقہا نے ایک مہینہ کی مسافت سفر یا پانچ سو میل وغیرہ کے تخمینے بھی پیش کیے لیکن کسی شرعی نص پر یہ تخمینے یقینا مبنی نہیں ہیں بلکہ ریاضی ہی کے قاعدے سے ان کا تعلق معلوم ہوتا ہے۔ امام احمد بن حنبل تک جیسی صاحب تقوی وورع ہستی نے تقویم یعنی جنتری کا اعتبار ان مسائل میں کیا ہے اور سمت قبلہ کی تعین میں بھی ریاضی کے قاعدوں سے ہم مدد لیتے ہیں۔ تو اس مسئلہ میں بھی ہم علماء فلکیات کے حساب سے کیوں مدد نہ لیں۔ بات پختہ ہو جائے گی۔ شریعت اور علم دونوں میں وفاق پیدا ہو جائے گا۔".[60]

مولانا گیلانی "شریعت کی بجاآوری کے دوران جدید سائنسی سہولیات اور ٹیکنالوجی کے استعمال کو ضروری خیال کرتے ہیں اس لحاظ سے ان کی سوچ انسانی فطرت کے عین مطابق ہے اور یہی وہ سوچ ہے جس پر چل کر آج بھی ہم ترقی کی منازل کو آسانی سے طے کر سکتے ہیں۔ اسی طرح ریڈیو کے ذریعے رویت ہلال کا اعلان وغیرہ بھی بعض علما کے نزدیک باعث نزع مسئلہ رہا تھا۔ اس کے جواب میں بھی مولانا گیلانی بالکل صحیح استدلال کرتے ہوئے لکھا تھا۔

---

[57] النساء، ۲۸:۳

[58] عاشق الہی (مرتب) مکاتیب رشیدیہ میرٹھی، ادارہ اسلامیات، لاہور ۱۹۹۴، ص ۱۲۵

[59] صدق جدید لکھنو ۲۲ جون ۱۹۵۶ء

[60] گیلانی، مناظر احسن سید، مولانا مسئلہ رویت ہلال، صدق جدید لکھنو، جا یش ۵۵ ۲۳۰ نومبر ۱۹۵۱، ص ۲۰۵

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

فقہ کی عام کتابوں مثلاً شامی تک میں یہ مسئلہ ہے کہ اسلامی شہروں میں جو یہ دستور تھا کہ رویت ہلال کے بعد توپیں سر ہوتی تھیں اور بلند میناروں پر قندیلیں روشن کر دی جاتی تھیں۔اس سے فتوی یہ دیا گیا ہے کہ دور دراز کے علاقوں اور دیہاتوں میں اس بات کا اعلان کیسے ہو کہ رویت ہلال عمل میں آگئی ہے۔"[61]

اس لحاظ سے مولانا گیلانی "ریڈیو پر اعلان اور نشریات کو روا سمجھتے ہیں لیکن اس میں بھی انہوں نے فتوی جاری نہیں کیا بلکہ فکری غذا اور استدلال فراہم کر رہے ہیں۔ باقی فتویٰ جاری کرنا تو مفتیوں کا کام ہوتا ہے۔

فاضل گیلانی کا ایک فتویٰ

۱۹۴۲ء میں سوال اٹھایا گیا تھا۔

جو شخص مولانا محمد اسماعیل شہید دہلوی اور مولانا محمد قاسم وغیرہ اکابر دیوبند کو کافر نہ سمجھے وہ خود کافر ہے یا نہیں"

مولانا گیلانی کے لیے یہ سوال بڑا ناقابل یقین اور عجیب و غریب تھا۔ لکھتے ہیں۔

بدبخت قصائیوں کا ایک گروہ ملک میں پیدا ہو گیا ہے جو بعض شخصی اغراض سے دوسروں کے ایمان کو بیچ کر روز کی روٹی حاصل کرتا ہے۔ میں آدم خور ابلیسوں کو قابل خطاب بھی نہیں سمجھتا قدرت خود فیصلہ کر چکی ہے"[62]

مولانا گیلانی اس بارے میں اپنا اصولی موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

فقہی طور پر کسی خاص شخص کے متعلق ایمان وکفر کا سوال فقیہ سے نہیں ہو سکتا۔ہاں اگر عقاید کسی کے پیش کیے جائیں تو ان پر حکم لگایا جا سکتا ہے۔ میں ان بزرگوں کے متعلق کوئی بات ایسی نہیں جانتا جس کی وجہ سے ان پر کفر تو بڑی بات ہے۔ان کے اولیاء اللہ ہونے میں بھی شبہ نہیں کر سکتا"[63]

مولانا مزید فرماتے ہیں، باقی اتنا میں جانتا ہوں کہ

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْماًمبيناً۔[64] قرآن کا فیصلہ ہے۔

حضرت ابوذر غفاری سے بخاری میں یہ روایت پیغمبر کی موجود ہے۔

لایری رجل رجلا بالفسق او الکفر الا ارتدت علیه ال لم یکن صاحبه کذلک۔

یعنی کوئی آدمی کسی آدمی پر فسق یا کفر کو اگر منسوب ہوتا ہے اور واقع میں ان لوگوں میں فسق تھا اور نہ کفر تو فسق اور کفر پلٹ کر انہیں کی طرف عاید ہو جاتا ہے[65]

---

[61] صدق جدید لکھنو، ۲ جون ۱۹۵۶ء

[62] گیلانی، مناظر احسن، سید مولانا، فاضل گیلانی کا ایک توی صدی جدید لکھنو ۱۹ اکتوبر ۱۹۵۹ء

[63] ایضا

[64] الاحزاب، ۵۸:۳۳

[65] ایضا

Vol. 6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

اس کے ساتھ ساتھ مولانا گیلانی مزید اس میں اضافہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اسی کی ساتھ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ آنحضرت کے سوا ہم اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کوئی آدمی مفہوم نہیں ہے۔ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ ان بزرگوں کو ہم معصوم نہیں سمجھتے ہیں اور نہ سمجھنا چاہیے۔ان کے کسی خیال یا طریقے سے کسی کو اختلاف ہو تو اس کا اسے حق ہے، اور اختلاف تو باہم صحابہ میں بھی ہوتا تھا۔ لیکن اختلاف کو اس حد تک پہچانا محمد رسول کی امت ہی سے کسی کو دھکیل دیا جائے۔ وہ بیچارہ تو کہتا ہے کہ میں محمد کی امت میں رہنا چاہتا ہوں اور آپ اس کے ڈنڈے لے کر اس کے سر پہ سوار ہوں کہ میں تجھے آنحضور کی امت میں نہیں رہنے دوں گا۔[66]

غیر معصوم ائمہ دین

مولانا گیلانی انبیاء کے سوا کسی کو معصوم نہیں سمجھتے اس لیے ائمہ اربعہ کے بارے میں بھی ان کا خیال ہے کہ وہ غیر معصوم ہیں۔اس کے لیے وہ ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"خطیب نے تاریخ بغداد میں نقل کیا ہے کہ اپنے استاد امام مالک کے حلقہ درس میں فارغ ہو کر جب امام شافعی عیسائیوں کے دارالسلطنت بغداد میں تشریف لائے اور وہاں کی جامع مسجد میں اہل علم کی درسگاہوں کا تجربہ ہوا۔ تو دیکھا کہ ۴۰/۵۰ کے قریب حلقے قائم ہیں لیکن جس حلقہ میں بھی پہنچے ہیں۔ وہاں نہ اللہ کا ذکر ہوتا نہ رسول کا۔ بلکہ فرماتے تھے کہ ان میں ہر ایک ہی کہتا ہے ہمارے اصحاب یعنی اساتذہ نے یہ کہا ہے۔ اب اس سلسلے میں امام شافعی میں فرض کا احساس شدت پذیر ہوتے ہوئے اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ اس راہ میں اپنے استاد امام مالک کے احترام کی انہیں پرواہ نہ ہوئی"۔

بیہقی کا بیان ہے کہ امام شافعی کو جب اس کی اطلاع ملی کہ امام مالک کے تلامزہ بجائے یہ کہنے کہ اللہ نے فرمایا ہے، یا رسول اللہ کا یہ ارشاد ہے۔ عموماً اپنے حلقوں میں یہ کہتے ہیں کہ امام مالک کا یہ قول ہے تو میں نے ایک سال تک استخارہ کیا اور اس کے بعد میں نے یہ اعلان کیا کہ امام مالک جو کچھ بھی ہوں بہر حال آدمی تھے اور آدمی سے غلطیاں سرزد ہوتی ہیں۔ اس واقعہ کا بیان کرنا مولانا گیلانی کی سوچ کی بلندی اور فراخی کا ظاہر کرنا ہے۔ مولانا گیلانی عام دیوبند علما کی طرح نہیں سوچتے بلکہ اس میں تقاضائے فطرت انسانی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے صحیح فکر اور سوچ کی تلاش میں رہتے ہیں اور یہی اصل تقاضائے حال ہے تاکہ راہ ہدایت کو حاصل کرنے میں دشواری محسوس نہ ہو۔ اس سے پہلے مولانا گیلانی نے اپنا عقیدہ خود ہی بیان کیا ہے کہ آنحضور کے سوا ہم اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ کوئی آدمی معصوم نہیں ہے ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ہم ان بزرگوں کو معصوم نہیں سمجھتے اور ظاہر ہے کہ سمجھنا بھی نہیں چاہیے۔[67]

---

[66] صدق جدید لکھنو، ۱۹ اکتوبر ۱۹۵۹ء

Vol. 6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

مسئلہ ہجرت کا علمی جائزہ

مولانا گیلانی کے خیال میں مسئلہ ہجرت کا تعلق بھی فقہی مسائل سے ہے کیونکہ ان کے خیال میں اس کا ذکر تصوف حدیث وسیرت کی کتابوں میں نہیں ملتا۔اس لیےاس کو فقہ کے تحت بحث کے لیے رکھا۔

مولانا گیلانی کی قوت استدلال کا یہ نہایت ہی اعلیٰ نمونہ ہے جو انہوں نے درج بالا عنوان کے تحت چار اقساط پر مشتمل مضمون صدق لکھنو میں شائع کروایا تھا۔دراصل قیام پاکستان ۱۹۴۷ء کے بعد یہ ایک اہم موضوع تھا۔مولانا گیلانی پر بھی دباؤ تھا کہ وہ پاکستان ہجرت کر جائیں۔ان کا بیٹا پہلے ہی پاکستان ہجرت کر چکے تھے۔ان کے ساتھیوں اور اساتذہ میں سے بھی بعض لوگوں نے پاکستان ہجرت کو اپنا لیا تھا۔ یہ وہ حالات تھے جس میں مولانا گیلانی کو یہ مضمون لکھنا پڑا۔مولانا گیلانی خود لکھتے ہیں کہ ۔

یہ فقہی موضوع ہے کہ ہجرت کے بارے میں فتویٰ دیا جائے کہ فرض ہے یا نہیں"

لیکن وہ فرماتے ہیں کہ

نہ ہی فقہ میں، نہ تصوف اور نہ ہی حدیث وسیرت کی کتابوں میں اس موضوع پر بحث کو نہیں پایا۔[68]

مولانا گیلانی لکھتے ہیں

اسلام کے تشریحی علوم یعنی جن علوم میں اسلامی حقائق وکلیات کی تفصیل کی گئی ہے جن میں عملاً سب سے زیادہ اہم فقہ کا علم ہے اس میں کوئی مستقل باب "ہجرت" کا نہیں پایا جاتا۔نہ صرف فقہ حنفی بلکہ دوسرے ائمہ کی کتابوں میں بھی جہاں تک فقیر نے دیکھا ہے ہجرت کا کوئی مستقل باب اب تک کسی کتاب میں نہیں ملا ہے۔حالانکہ مسئلہ اپنی گونا گوں پہلوؤں کے لحاظ سے اسکا مستحق تھا کہ اس پر بحث کی جاتی ہے۔اس سے بھی کم اہمیت کے عنوانوں کو فقہ میں مستقل باب کی حیثیت عطا کی گئی ہے۔"

مولانا مزید لکھتے ہیں۔

بخاری وغیرہ میں ہجرت کے واقعہ کا ذکر جن روایتوں میں کیا گیا ہے۔اس سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کو خواب میں دکھایا گیا کہ ایک ایسی زمین جس کی مٹی شور ہے اور کھجوروں کے درخت والی ہے، دولابہ (یعنی سنگستان) کے درمیان ہے۔"

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ اس خواب کو دیکھ کر ابتدا میں رسول اللہ کا خیال ادھر گیا کہ یہ یمامہ (منجد کا شہر) ہے۔ترمزی کی ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ

مجھے وحی کی گئی کہ ان تین شہروں میں سے جہاں تم اتر جاؤ گے وہی تمھاری ہجرت کی جگہ ہے۔"

---

[67] دارالعلوم، ماہنامہ دیوبند، فروری ۱۹۵۲ء

[68] گیلانی، مناظر احسن سید، مولانا مسئلہ ہجرت کا علمی جائزہ، صدق، ہفت روزہ، لکھنو، ج ۱۵ ش ۴۲، ۸ مارچ ۱۹۴۹ء

Vol. 6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

البتہ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابو بکر نے رسول اللہ " سے ہجرت کی جب اجازت چاہی تو مواہب کے الفاظ یہ ہیں۔

وکان الصدیق کثیر ایستاذن رسول الله في الهجرة[69]

حضرت ابو بکر بسا اوقات رسول سے ہجرت کی اجازت چاہتے تھے۔"

ہجرت میں بار بار اجازت جو طلب کرتے تھے۔ سوال یہ ہے کہ ہجرت مسلمانوں پر فرض ہو چکی تھی تو بار بار کیا معنی سرے سے لینے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ بجائے کے رسول میرے کام لینے کا حکم دیتے ہوئے جو یہ فرمایا جیسا کہ بخاری کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کو بھی قریش کے متعلق اس کا اندازہ ہو رہا تھا کہ آخری فیصلہ کی تیاریوں میں وہ مصروف ہو چکے ہیں۔ یعنی یہ ہی فیصلہ کی تیاریوں میں وہ مصروف ہو چکے ہیں۔ دادالسند میں طے پایا اور اس فیصلہ بنیاد پر ہر خاندان کے رکن کو آمادہ کیا گیا کہ اجتماعی نقل مکانی کے امکان کو محسوس فرماتے ہوئے حضرت ابو بکر کے سامنے ہجرت کی اجازت کی امید آپ نے ظاہر فرمائی۔ قرآن نے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کی ہجرت کا ذکر کیا تھا۔ اگرچہ اس وقت تک کوئی آسمانی اشارہ ہجرت کے متعلق آپ کو نہ ملا تھا۔ پھر حالات کے لحاظ سے حسب توقع ہجرت کی اجازت آپ کو مل گئی۔ حضرت ابو بکر کو ساتھ لے کر آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ بخاری میں ہے کہ حضرت ابو بکر کے گھر میں پہنچ کر آپ نے فرمایا:

قد اذن الی الخروج [70]

مجھے (مکہ) سے باہر نکل جانے کی اجازت مل گئی"

باہر بہر حال عام طور پر جو مشہور ہے اور علما نے لکھا بھی ہے۔ مثلاً الخطابی کا یہ قول شوکانی نے نقل کیا ہے کہ لوگ جوق در جوق شریک ہونے لگے تو مدینہ کی طرف ہجرت کی فرضیت ساتھ ہو گئی۔

اس لیے میرا خیال تو یہی ہے کہ ہجرت کسی زمانہ میں فرض ہوئی تھی اس کے علم کا قابل اعتبار ذریعہ اگر ہو سکتی ہے تو صرف وہی روایت ہو سکتی ہے جس میں ہجرت کی فرضیت منسوخ ہونے کی اطلاع دی گئی ہے وہ فرض ہی ہو گا یا اس کو فرض ہی ہونا چاہیے۔ اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت کے حکم میں فتح مکہ کے بعد کے اس اعلان سے پہلے کسی نہ کسی قسم کی شدت کی ضرورت تھی اور اسلامی قوانین میں شاید یہ حکم اپنی آپ نظیر ہے کہ اس علم کے ذریعہ اس حکم کی ناسخ روایت ہے، کیونکہ آپ دیکھ چکے ہیں کہ حکم منسوخ کے ثبوت کی کوئی مستقل دلیل نہ قرآن میں پائی جاتی ہے نہ ایسی کوئی حدیث ہی ملتی ہے جس سے فرضیت کا نہ سہی حکم کے مطالبہ کی شدت ہی کا علم حاصل کیا جا سکتا ہو۔ اس لیے میرا خیال ہے کہ ہجرت کے خاص حکم کے متعلق یہ وعدے کہ کسی زمانے میں اس کو فرض قرار دیا گیا تھا۔ بہر حال اپنے محدود معلومات کی روشنی میں جس نتیجہ پر میں اس وقت پہنچا ہوں وہ یہی ہے کہ دلھن کو چھوڑ کر دوسرے علاقہ میں نقل ہونا، ہجرت کا حکم براہ راست نہ کبھی فرض ہوا اور نہ ہی اس کی فرضیت بھی ہوئی۔

---

[69] مواہب الدنیہ، ج 1، ص 320

[70] بخاری محمد بن اسماعیل بخاری، کتاب المناقب باب ھجرت النبی واصحابہ، ج ۱، ص ۵۵۲

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

بلکہ بذات خود اس مسئلہ کی حیثیت اسلام میں وہی ہے جو دوسرے امور اور ایسی چیزوں کی ہے جس کے کرنے کا مسلمانوں کو اختیار سفر کی جو نوعیت ہے یعنی اسلام کے لیے سفر کرنے نہ ممانعت ہی کی ہے ہر شخص کے لیے سفر کو واجب اور فرض قرار دیا گیا ہے۔اصل سفر کی زمینی حیثیت ہے۔اگر یہی سفر دوسرے احکام کے تحت کیا اور فرض بھی ہو جاتا ہے مثلاً حج کرنے کے لیے یا جہادی مہم میں جانے کے لیے یا اسی قسم کے دوسرے دینی مقاصد کا حصول جب سفر موقوف ہو جائے تو اس وقت بجائے مباح دور جائز ہونے کے سفر واجب اور فرض قرار پائے گا اس لیے رسول اللہ نے ہجرۃ بعد الفتح فتح ہونے کے بعدی کا اعلان کیا تھا۔اس قسم کی تبدیلیوں پر تخ یا منسوخ ہونے کا اطلاق صیح نہ ہوگا مگر ارباب تحقیق چاہتے ہیں۔

فقہ کی موجودہ مروجہ اصطلاح کی بنیاد پر یہ کہنا کہ فرض ہوئے آیتوں کے تمام پہلوؤں کو سوچ نہیں سکتے۔ان میں ہجرت کو فرض قرار دیا تھا۔ لا حجرة بعد الفتح پس واقعہ وہی ہے کہ بذات خود ہجرت کی حیثیت وہی ہے جو دوسرے نام مباح چیزوں کی ہے لیکن مباہات بھی دوسرے نصوص کے زیر اثر کبھی فرض بھی ہو جاتے ہیں اور کبھی ناجائز بلکہ ہو سکتا ہے کہ حرام بھی ہو جائیں۔[71]

خلاصہ بحث

مولانا گیلانی اگرچہ مفتی نہیں تھے۔مگر ان کی شخصیت کی یہ خوبی تھی کہ انہوں نے اساسی علوم اسلامیہ قرآن حدیث اور فقہ کے علاوہ سیرۃ اور سوانح دین اسلام علم الکلام کے اوپر نہایت ہی بنیادی نوعیت کا کام کیا ہے۔فقہ کے اوپر ان کا کام اگرچہ محدود ہے۔جو وہ تدوین فقہ کے بارے میں کرنا چاہتے تھے۔مگر مقدمہ تدوین فقہ سے و نقاط اور بنیاد فراہم کر گئے ہیں دراصل یہ ان کی سوچ وفکر کی بھرپور عکاسی کر رہی ہے فقہ اسلامی کے بارے میں ان کے خیالات کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

1. قرآن وسنت کے علاوہ قیاس واجتہاد کو ہی فقہ کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔
2. اختلاف سلاسل کو انسانی فطرت کا تقاضا سمجھتے ہیں۔
3. اختلاف سلاسل امت کے لیے باعث رحمت قرار دیتے ہیں۔
4. فقہی احکامات کی تقلید کے لیے کسی ایک امام کی بجائے اعتدال کی راہ اپنانے کو ترجیح دیتے ہیں۔
5. تقلید شخصی کے قائل نہیں ہیں بلکہ آسان کو اختیار کرتے ہیں۔مشکل سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں
6. فتوی حتی المقدور نہیں دیتے بلکہ سوچ فکر کے زاویوں اور جہتوں کو کھولتے ہیں اور لوگوں کو سوچنے غور کرنے اور پھر اپنی رائے بنانے کی
7. آزادی دینے کے قائل ہیں۔
8. اپنی رائے تھوپتے نہیں بلکہ دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔
9. استدلال کی قوت ان کی فقہی خدمات کی بنیاد ہے۔

---

[71] صدق، ہفت روزہ، لکھنو، ج ۱۳ ، ص ۸،۳۱، مارچ، ۱۹۳۹ء

Vol. 6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

10. شرعی احکام کی قلیل میں جدید سائنسی سہولیات اور ٹیکنالوجی سے استفادہ کو ضروری خیال کرتے ہیں۔

11. مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کو افسانہ قرار دیتے ہیں۔

مولانا گیلانی کی ان درج بالا خصوصیات کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے اس وقت کے دیوبندی علما کی مجموعی سوچ کی نسبت ایک سوچ اپنائی تھی۔ وہ کسی دائرے میں مقید نہیں تھے بلکہ فقہ کی تشکیل جدید چاہتے تھے۔ یہی وہ روش ہے جو علامہ محمد اقبال، آزاد اور جدید سید ابو حسن علی ندوی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، ڈاکٹر حمد اللہ جیسے عظیم مفکرین نے بھی اپنائی تھی۔ دراصل اس کا آغاز مولانا گیلانی نے کیا تھا۔ آج کے دور میں مولانا تقی عثمانی جسے علم بھی اس چراغ کے پر تو ہیں۔ دراصل یہی وہ روش ہے جو فقہ اسلامی کی تشکیل جدید میں نہایت اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن شریف اور احادیث کے اصولوں کی بنا پر جو استدلال فقہانے وقتاً فوقتاً کیے ہیں۔ ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو خاص خاص زمانوں کے لیے واقعی مناسب اور قابل عمل تھے مگر حال کی ضروریات پر کافی طور پر حاوی نہیں ہیں۔ جس طرح اس وقت ہمیں تائید اصول مذہب کے لیے ایک جدید کلام کی ضرورت ہے۔ اسی طرح قانون اسلامی کی جدید تفسیر کے لیے ایک بہت بڑے فقیہ کی ضرورت ہے۔ جس کے قوائے عقلیہ و حیلہ کا پیمانہ اس قدر وسیع ہو کہ وہ مسلمات مذہب کی بنا پر قانون اسلامی کی نہ صرف ایک جدید پیرائے میں مرتب اور منظم کر سکے بلکہ تخیل کی راہ پر سے اصول کو ایسی وسعت دے سکے جو حال کے تمدنی تقاضوں کی تمام ممکن صورتوں پر حاوی ہو یہ ہے[72] احیائے اسلام کی اصل فکری اساس یہ دور ایک نئے فقیہ، نے علم کلام اور نئ دینیات کی تعمیر کے لیے ایک امام ابو حنیفہ اور امام فخر الدین رازی کا منتظر ہے۔[73]

[72] عبدالواحد، سید، مقالات اقبال، شیخ محمد اشرف، لاہور ۱۹۶۳ء ص ۵۵

[73] صدیقی بختیار حسین، اقبال بحیثیت مفکر تعلیم، اقبال کادی، لاہور، ۱۹۸۳، ص ۱۵۳